© rasailojaraid.com

حکومتیں اس وقت سامراجی فکر سے متاثر ہیں اور سامراج، جب سے اسلامی حکومتیں اس کی آزمایش میں مبتلا ہوئی ہیں، برابر اسلام کی جڑوں کو کاٹنے کی کوشش میں مصروف ہے اور اسلام کی تعلیمات کو کتر بیونت کر کے پیش کر رہا ہے، اور نئی پود کو اسلامی روح اور تعلیمات سے یکسر غافل بنانے کی پوری اسکیم پر عمل پیرا ہے۔ اس سلسلے میں ان تمام وسائل کو اختیار کیے ہوئے ہے جو اس کے پاس موجود ہیں۔ اس لیے مغربی حکومتیں ہی ہمیشہ مسلمانوں کو اسلام کی طرف آنے سے روکتی ہیں۔

✿ مغربی حکومتیں تو مسلمانوں کو اسلام پر عمل کرنے سے نہیں روکتیں۔ میرا خیال ہے کہ امریکا، برطانیہ اور فرانس تو اسلام سے دشمنی روا نہیں رکھتے۔

✿ السباعی: مشرق سے مغرب کی اور پھر خاص طور پر مغرب کی اسلام سے یہ دشمنی ہمارے نزدیک ایک واضح مسئلہ ہے، جس میں شک کی ایک فیصدی بھی گنجایش نہیں۔ میں صرف ایک معمولی سی مثال دیتا ہوں۔ ابھی جب آپ کے ملک جرمنی سے واپس آ رہا تھا تو میں نے وہاں اسلام کی حقیقتوں کے سلسلے میں اسی طرح افترا پردازی دیکھی اور اسلام کو بگاڑ کر پیش کرنے کی ایسی تنظیمی کوششیں دیکھیں کہ میں حیران اور ششدر رہ گیا، اور یہ چیزیں علمی یونی ورسٹیوں، مذہبی پہچان کے حامل گرجا گھروں، تفریحی کلبوں، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور ہر فکری مرکز پر موجود تھیں۔

✿ آپ درست کہتے ہیں لیکن اس کا سبب یہ بھی ہے کہ آپ تمدن و ترقی میں پیچھے ہیں۔

✿ السباعی: آپ کے تمدّن سے ہم لوگ کس چیز میں آپ کو پیچھے نظر آتے ہیں؟

✿ مثال کے طور پر عورت کا مسئلہ ہے کہ آپ مسلمان لوگ اب تک عورت کو اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ وہ اپنے شوہر کے ہمراہ کلبوں اور رقص گاہوں میں جا کر برابر کی تفریح کر سکے یا دفتروں اور کارخانوں میں کھلے عام کام کرے۔

✿ السباعی: کیا آپ کے ملک میں جب عورت گھر سے بالکل باہر نکل گئی تو اجتماعی زندگی میں کوئی نقصان پیش آیا یا نہیں؟ عورت کے اس عمل سے آپ کے ہاں خاندانوں کا وجود سکڑ نہیں گیا ہے۔ گھریلو زندگی اُجڑ گئی، اخلاقی جرم بڑھ گئے۔ عیاشی و بے راہ روی کی راہیں کھل گئیں اور حرامی بچوں کی تعداد میں حیرت انگیز اضافہ ہو گیا۔ میرا خیال ہے کہ ان باتوں کی واقعاتی حقیقت کے بارے میں شاید آپ انکار نہ کر سکیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

✿ میں اس بات کا کھلے دل سے اعتراف کرتا ہوں کہ ہماری گھریلو زندگی اپنے پورے وسیع مفہوم کے ساتھ اجیرن بن چکی ہے اور ہم اس کی وجہ سے بہت سے نقصانات بھگت رہے ہیں۔ ہمارا خاندانی نظام ٹوٹ چکا ہے اور نفسیاتی عارضے تیزی سے پھیل رہے ہیں۔ لیکن یہ سب کچھ دراصل اس علمی ترقی کی قیمت ہے جو ہم کو ادا کرنا پڑ رہی ہے، وہ علمی ترقی جو ہم نے انسانیت کو عطا کی ہے۔ [1]

✿ السباعی: اگر آپ کو خود عورت کے باہر نکلنے سے مشکلات پیش آ رہی ہیں اور آپ کو اس کا علم و اندازہ بھی ہے، تو پھر کیوں اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم اپنے اُس ایمانی فلسفے اور اخلاقی اقدار سے ہاتھ دھو بیٹھیں، جن کی وجہ سے ہمارا گھریلو نظام اب تک منظم و متحد ہے۔

✿ آپ لوگ اس بات کے محتاج ہیں کہ ہماری سائنسی ترقی سے استفادہ کریں اور ہم اس بات کے لیے پوری طرح تیار ہیں کہ ہر معاملے میں آپ کی مدد کریں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ آپ یہ نہیں کر سکتے کہ ہماری تہذیب و ترقی کا ایک رخ اپنا لیں اور دوسرا رخ چھوڑ دیں، بلکہ یہ تہذیب تو آپ کو بھی اپنی اچھائیوں اور برائیوں دونوں کے ساتھ لینی پڑے گی اور آپ لوگوں کو بھی

---

[1] علم کا یورپین نظریہ، ملاحظہ ہو کہ: علم کی ترقی اور سائنس وصنعت کی ترقی اور دین داری، عفت، ایمان اور پاکیزگی ایک ساتھ نہیں چل سکتے اور دونوں چیزوں میں سے کسی نہ کسی کو ضرور قربان کرنا پڑے گا، لیکن اسلام کے علمی نظریے پر غور کیجیے اس سے کتنا مختلف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے: وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ (البقرہ ۲:۲۸۲) ''اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تو وہ تم کو علم سکھائے گا''۔ اس لیے علم اور دین اور تقویٰ اور پاکیزگی وعفت اسلام میں دو مختلف چیزیں نہیں کہ جو جمع نہ ہو سکتی ہوں، بلکہ وہ ایسی متحد چیزیں ہیں کہ ان کے اتصال وملاپ سے دنیا بہشتِ جاوداں بن سکتی ہے اور ان کے جدا ہونے سے شرپروان چڑھانے والی دوزخ کا ایک نمونہ مغربی تہذیب ہے۔ اسلامی تاریخ شاہد ہے کہ ہر دور میں علمی ودینی زندگی ساتھ ساتھ چلی اور رازی [م: ۹۳۲ء] وغزالی [م: ۱۱۱۱ء] سے ابن رشد [م: ۱۱۹۸ء] شیخ الاسلام ابن تیمیہ [م: ۱۳۲۸ء] تک سیکڑوں علم ودین کے ایسے سنگم ہیں، جن پر اسلامی تہذیب فخر کر سکتی ہے۔ اس کے برخلاف آج کی مغربی تہذیب ایمان کے نُور اور [illegible] سے عاری ہے اور اس تہذیب پر مشہور عالم ادیب الڈوس ہکسلے [م: نومبر ۱۹۶۳ء] نے اس طرح تبصرہ کیا ہے کہ ''یہ وہ مشینی تہذیب ہے جو روحانی نُور سے یکسر خالی ہے''___ اس لیے اس تہذیب میں خلیج بڑھتی جا رہی ہے اور علمی وسائنسی ترقی کی طرف بڑھتا ہوا ایک قدم اخلاقی ادبار کا پیش خیمہ اور روحانی زوال کی طرف ہزاروں کلومیٹر کی دوڑ ہوتی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہی قیمت ادا کرنی پڑے گی، جو اس ترقی کے لیے ہم نے ادا کی ہے۔

● السباعی: آپ ذرا ایک بات بتایئے کیا آپ کے ہاں کارخانوں کے قیام اور صنعتی ترقی کے لیے عورت کا گھر سے باہر نکلنا واقعی ایک ایسا ضروری امر تھا؟

✿ جب ہمارے ہاں صنعتی انقلاب آیا تو اس وقت مردوں کی تعداد کم تھی اور ہم پورے صنعتی توازن کو سنبھال نہیں سکتے تھے۔ اس لیے افرادی قوت کی کمی کو دُور کرنے کے لیے ہم عورت کو کام پر لگانے کے لیے مجبور تھے۔

● السباعی: مطلب یہ کہ جس چیز کی طرف آپ لوگوں نے مجبوراً قدم اٹھایا ہے، اب ہم کو اس کی آپ بن مانگے کیوں دعوت دے رہے ہیں؟ حالاں کہ ہمارے یہاں مردوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ہم عورت کو کارخانوں میں لگانے کے لیے ابھی مجبور نہیں ہوئے ہیں۔ [1]

تاہم، میری رائے یہ ہے کہ مغرب میں عورت کو گھر سے باہر نکالنے کے دو سبب ہیں:

ایک تو یہ کہ آپ لوگ یہ بات پسند کرتے ہیں کہ ہر وقت عورت آپ کی نظروں کے سامنے رہے، اور دوسری بات یہ ہے کہ آپ لوگ عورت کو بیوی، ماں یا بیٹی بنا کر اس کا خرچ برداشت کرنا پسند نہیں کرتے، اور یہ دراصل ہوشیاری و کام چوری اور اپنی فرض شناسی سے فرار ہے۔ اس لیے بے چاری عورت کو کام کرنے پر آپ لوگوں نے اُبھارا تا کہ اس طرح اپنی روزی کما سکے۔

---

[1] عجیب لطیفہ خیز بات یہ ہے کہ جن مسلم ملکوں میں یورپ کی نقالی میں عورتوں کو باہر نکالنے اور کام کرنے پر مجبور کیا گیا ہے وہاں پر اجتماعی و اقتصادی پریشانیاں دُور ہونے کے بجائے کچھ اور بڑھ گئیں۔ اگر کسی ملک کے سارے مرد کام پر لگے ہوں، اور پھر بھی کام پورا نہ ہوتا ہو تو بہر حال عورتیں اپنے دوسرے اہم کاموں کو چھوڑ کر ان غیر اہم بیرونی کاموں کو کر سکنے کا سوچ بھی سکتی ہیں ــــــ لیکن، جب کہ لاکھوں اور کروڑوں مرد بے روزگاری اور فاقہ کشی کا شکار ہیں اور ان کے لیے کام یا نوکری نہیں ملتی، تو کیا یہ عدل و انصاف کی بات ہے کہ جب ہر قانون عورت کے خرچ کی ذمہ داری مرد پر ڈالتا ہے اور دوسری طرف کسی گھرانے میں میاں اور بیوی دونوں کما رہے ہیں اور کوئی گھرانا ایسا ہے کہ اس میں ایک بھی فرد برسرِ روزگار نہ ہو۔ اجتماعی زندگی میں نقصانات، اقتصادی بحران اور ازدواجی مشکلات کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اکثر مردوں کی جگہوں پر عورتوں نے غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے اور مرد ملازمت نہیں کر پاتے جس کی وجہ سے وہ شادی اور اس کے لوازمات کو پورا نہیں کر سکتے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کے برعکس ان دونوں چیزوں کا وجود ہمارے اسلامی معاشرے میں نہیں۔ کیوں کہ اولاً تو اسلام میں اختلاط مرد و زن کو پسند نہیں کیا گیا، اور دوم یہ کہ ہمارے یہاں کے مرد ہر جگہ عورتوں کو دیکھنے کے مشتاق نہیں، اور اسلام میں نفقہ (عورت کے خرچ) کا قانون ایسا سلیم الفطرت ہے کہ اس میں ہر شخص پر اپنی بیوی، ماں یا غیر شادی شدہ بیٹی کا خرچ واجب ہے۔ [1]

اس لیے عورت کو اپنے فرائضِ منصبی کی طرف پوری طرح متوجہ رہنے کا وقت ملتا ہے اور وہ اپنے بچوں اور گھر کی دیکھ بھال کرتی ہے۔ اس لیے یہ ممکن ہے کہ ہم آپ سے سائنسی ترقی لیں لیکن اپنی گھریلو زندگی کو نہ بگاڑیں اور اپنے اخلاق کو نہ بگاڑیں۔ آپ کے مشہور جرمن ہفت روزہ Stren کی حالیہ رپورٹ کے مطابق جرمنی میں کام کرنے والی اکثر لڑکیوں نے بتایا کہ وہ کام اس لیے کرتی ہیں کہ اگر وہ کام نہ کریں تو ان پر خرچ کرنے والا کوئی نہیں، یا پھر اس لیے کام کرتی ہیں کہ اپنے لیے شوہر تلاش کریں، اور عورت کو ان دونوں چیزوں کی ضرورت ہماری مسلم سوسائٹی میں بالکل نہیں۔

✽ مجھے یقین ہے کہ آپ لوگ ہماری مغربی تہذیب کے بُرے پہلوؤں سے بچ نہیں سکتے ہیں۔

✽ السباعی: مجھے یقین ہے کہ ہم بچ سکتے ہیں، مگر اس کے لیے شرط یہ ہے کہ ہماری مسلم حکومتیں اسلامی اقدار کی محافظ ہوں، اور ہماری اس مادی ترقی کی صحیح توجیہ و نگرانی کریں اور اپنے تشخص کی حفاظت کے معاملے میں فکرمند ہوں اور مغرب کی کورانہ تقلید سے باز آجائیں۔

✽ چلیے، دوسرے موضوع پر بات کرتے ہیں۔ یہ تو واضح ہے کہ یورپ میں کیتھولک گرجا گھروں نے دلوں میں اپنی جگہ باقی رکھی ہے، کیوں کہ اس نے زمانے کے ساتھ ساتھ چلنا شروع کردیا ہے، [2] تو کیا اسلام میں اس کی کوئی گنجایش ہے کہ وہ زمانے کے تقاضوں کا ساتھ دے؟

---

[1] اسلامی قانون میں عورت ہر حیثیت سے اپنا خرچ حاصل کرتی رہے گی اگر اس کا بھائی، باپ، شوہر یا بیٹا کوئی بھی نہیں تو بیت المال سے اس کو رقم دی جائے گی۔ اس اسلامی قانون کی ایک ہلکی سی جھلک عالمِ عرب کے قوانین میں بھی پائی جاتی ہے جس کی رُو سے عورت کا نفقہ قانوناً سب سے قریبی عزیز کو اٹھانا پڑتا ہے اور اگر وہ اس سے انکار کرے تو عدالت کے ذریعے کارروائی کی جاتی ہے۔

[2] فشر صاحب کا یہ مفروضہ بھی علمی اعتبار سے درست نہیں ہے کہ گرجانے اپنی جگہ باقی رکھی ہے۔ تاریخ کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ یورپ کے زمانہ ترقی میں گرجا اور علم، یعنی یونی ورسٹیوں میں زبردست لڑائی ہوئی تھی ←

© rasailojaraid.com

✿ السباعی: پہلے آزادی اور زمانے کے تقاضوں کا صحیح مفہوم متعین کرلیں تو بہتر ہے۔ مغربی گرجا گھروں نے تو یہاں تک زمانے کا ساتھ دیا کہ لڑکوں اور لڑکیوں کے مخلوط کلبوں کا افتتاح کیا جس میں رقص وشراب کا ہنگامہ ہو اور یہ سب پادری کی زیرِ نگرانی ہو، بلکہ وہ خود ہی اس 'ترقی پسندانہ' کام کی ابتدا بھی کرے۔ اسی طرح جوان عورتوں اور مردوں کے مخلوط تفریحی سفر (tours) وغیرہ بھی کرائے، جن کے ساتھ ان اخلاقی گناہوں سے بچنا ناممکن ہے جن کو تمام مذاہب نے منع کیا ہے۔ اس لیے اگر آپ کا خیال ہے کہ اسلام اس حد تک، زمانے کا ساتھ دے سکتا ہے تو یہ بالکل خام خیالی ہے کیوں کہ اسلام کے اپنے آداب، اخلاق اور قوانین ہیں اور ان سے نکلنے کے بعد انسان اسلام سے گویا خارج ہو جاتا ہے۔ اور اس مذہب وعقیدے کا کیا فائدہ جو شہوات وخواہشات کے اژدھے کو نظم وضبط کا پابند نہ بنا سکے اور گناہ وفسق کے ارادوں کی حد بندی کو نہ پامال کر سکے۔ ①

✿ ایسی صورت میں تو آپ لوگوں کو ہی بڑی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا کیوں کہ گرجے نے تو بہت سی چیزوں سے چشم پوشی کرلی۔

← نیز گرجا گھروں اور بادشاہوں میں وہ ہنگامے برپا ہوئے تھے کہ یورپ نے ہر فکر اور ہر روشنی کو بند کر دیا تھا۔ ارسطو [م: ۳۲۲ ق م] اور ابن رشد کی کتابیں حرام قرار دے ڈالی گئی تھیں۔ نکولس کوپرنیکس [م: مئی ۱۵۴۳ء] اور گلیلیو گلیلی [م: جنوری ۱۶۴۲ء] کو اپنے فلکی نظریات بدلنے پڑے تھے، برونیس [م: جون ۱۶۰۷ء] کو اپنی آرا پر جمے رہنے کی وجہ سے گرجے کے عتاب سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ اور آج بھی ویٹیکن کی قرارداد کے مطابق ہزاروں کتابیں کیتھولک کے لیے پڑھنی منع ہیں۔ اس لیے عوام سے بھی گرجا کی سخت لڑائی ہوئی۔ جس کا سبب یہ تھا کہ گرجا کے پاس اجتماعی زندگی کے لیے کوئی ایسا قانون نہ تھا، جو زندگی کو سکون بخش سکے بلکہ راہبوں کی شادی کی ممانعت، طلاق کی ممانعت، نیز دوسرے ظالمانہ اجتماعی قوانین کی وجہ سے ہمیشہ یورپ کے قانون سازوں اور تجدید پسندوں نے گرجے کے اثر سے اپنے آپ کو آزاد کرنا چاہا اور آخر کار گرجا نے گویا اپنی ہار مان لی اور اب لوگوں کی خواہش کے مطابق چلنے لگا۔ اسلام میں چوں کہ ایک کامل ومکمل اجتماعی قانون ہے، اس لیے کبھی مسلمانوں کو اس بات کی ضرورت نہیں پڑ سکتی کہ وہ اسلام کے خلاف ہنگامہ کریں، اور جو ایسا کرتے ہیں وہ نام کے مسلمان ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

السباعی: یہ بات بتایئے: زنا کاری اور شراب نوشی آپ کی نظر میں بُری چیز ہے یا نہیں؟

صرف بُری چیز ہی نہیں بلکہ دونوں حرام ہیں۔[1]

السباعی: لیکن گرجا نے اس ضمن میں پسپائی اور لاتعلقی کا رویہ اختیار کیا ہے۔ جرمنی کا مشہور جشن 'کارنیوال' (Carnival) جو شہر مانیر میں تین دن تک جاری رہتا ہے اور بڑے روزے سے قبل تین دن تک اس میں ہر انسان ہر اخلاقی و دینی قید سے باہر رہتا ہے، اور اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ ہر سال دوسرے سال کے مقابلے میں اس جشن کے بعد کنواری لڑکیوں کے حاملہ ہونے کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے۔[2] اب بتایئے کہ اس کے بعد گرجا کا کیا اثر دلوں میں باقی رہ گیا؟ کیا آپ چاہتے ہیں کہ اسلام بھی اسی طرح زمانے کے ساتھ چلنے لگے؟

یہ بات آپ کو معلوم ہوگی کہ آپ کے یورپ میں عوام گرجے کی پیروی اس طرح نہیں کرتے جس طرح گرجا چاہتا ہے اور باوجود یہ کہ حکومتیں گرجے کا خیال رکھتی ہیں اور اس کے نام سے ایک ٹیکس لیا جاتا ہے، لیکن اس سب کے بعد بھی عوام الناس گرجے سے بدظن اور متنفر ہوتے جارہے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض لوگوں نے بدھ مت قبول کر لیا ہے اور یہ آپ کو معلوم ہوگا کہ بدھ مت ایک بت پرست مذہب ہے۔ انسانی عقل نے ظلمت و جہالت کے دور میں اسے قبول کیا تھا۔ لیکن جرمنی اور یورپ کی عقل اسے بیسویں صدی میں کیوں کر قبول کرتی ہے۔ اس لیے آپ ہی بتایئے کہ مغربی معاشرت میں اس پسپائی پسند گرجے کے اثرات کہاں ہیں؟ بہرحال، اسلام اس قسم کی کوئی نرمی نہیں برت سکتا جس کی رو سے شہوات و خواہشات کو جائز کر دیا جائے۔ اسلام زمانے کا ساتھ اس حد تک دیتا ہے کہ ہر مفید اور نفع بخش چیز سے استفادہ کرتا ہے اور علم کو وسائل

---

[1] اہلِ کتاب کے مذاہب میں شراب، شہوت و لذت کے لیے پینا صحیح نہیں ہے۔ یہود کے یہاں ایک خاص عید (Passover Seder) جسے وہ مصریوں سے اہلِ یہود کی رہائی کی مناسبت سے مناتے ہیں، کے موقعے پر مذہبی رسم کے طور پر پی جاتی ہے۔ مسیحیوں کے یہاں بھی ان کی خصوصی مذہبی رسم عشاء ربانی کے وقت پی جاتی ہے۔ حیرت انگیز مشابہت ہے اس جشنِ مے خواری اور یونان کے صنم پرست معاشرے میں کہ جہاں معبود شراب ریونیوس (باکوس) کے اعزاز میں جشنِ مسرت منایا جاتا تھا اور وہاں شراب نوشی ہوتی تھی۔

[2] دیکھیے مضمون کے آخر میں حاشیہ نمبر ا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اخذ کرنے کے بعد فکری ترقی کا ساتھ دیتا ہے۔ الحمدللہ ہمارے مسلم نوجوان یورپ و امریکا کی یونی ورسٹیوں میں جا کر اعلیٰ تعلیم بھی پاتے ہیں اور آپ کے تمدن کے بیچ میں رہ کر بھی اپنے اخلاق و کردار کی حفاظت کرتے ہیں اور اسی وجہ سے ان کے پڑوسی اور اساتذہ سب ان کا احترام کرتے ہیں۔ میں نے جرمنی میں خود یہ بات اپنے کانوں سے سنی کہ لوگ ان کے حُسنِ کردار پر حیران ہوتے ہیں اور بعض نے مجھ سے انھی چند با اخلاق و با عصمت نوجوانوں کے متعلق کہا کہ ''یہ فرشتے ہیں اور ہم چیلنج کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ دنیا میں ایسے با اخلاق، پاک باز اور اچھے نوجوان نہیں مل سکتے''۔

یہ ہے اسلام میں نرمی اور زمانے کے ساتھ چلنے کی مثال کہ کسی بھی دوسرے کی تعلیمی، فکری اور تعمیری صلاحیتوں سے پورا استفادہ کرنے، اور شر کی دوزخ میں رہ کر بھی شعلۂ شر سے محفوظ رہنا اور اخلاقی سیلاب بلا سے اس طرح پار ہو جانا کہ سر دامن بھی تر نہ ہو جائے۔ یہ واضح مثال اس بات کی ہے کہ مغربی تمدن کی خرابیوں سے اگر مسلمان چاہیں اور پختہ عزم و ارادے کے ساتھ چاہیں تو بچ سکتے ہیں۔

✹ یہ بات درست ہے۔ مجھے بھی جرمنی میں بعض ایسے نوجوانوں سے ملنے کا اتفاق ہوا جو مسلمان ہیں اور وہ ہر قسم کی گندگی سے محفوظ ہیں اور تہذیب جدید کی دل لبھانے والی جنّت کی تباہ کن رعنائیوں سے بہت دُور ہیں۔ اس ضمن میں جب مَیں نے اپنی ایک ریڈیائی تقریر میں یہ کہا تھا کہ بعض ایسے نوجوان بھی جرمنی میں رہتے ہیں جو اپنی عمر کی پچیس بہاریں طے کر چکے ہیں، لیکن جنسی اتصال و تجربے سے اب تک قطعاً محروم اور کنارہ کش ہیں، تو میری اس بات کو سچ ماننے سے لوگوں نے انکار کر دیا، بلکہ میری اس بات کو سرے سے جھٹلا ہی دیا گیا، حالاں کہ یہ ایک واقعاتی حقیقت ہے۔[2] آپ نے کارنیوال کے جشن کا جو تذکرہ کیا ہے، اس کا سبب کیتھولک گرجا میں 'اعتراف' (Confession) ہے[3] اور اسلام میں اس قسم کا کوئی عقیدہ نہیں پایا جاتا، اور اسی وجہ سے وہ جنسی بے راہ روی سے بڑی حد تک کنارہ کش رہتے ہیں۔

✹ السباعی: میں یہی بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم آپ کے ملک میں کسی اجتماعی یا اخلاقی فضیلت تلاش کرنے نہیں جاتے کیونکہ اس کی کامل قدریں ہمارے پاس موجود ہیں، بلکہ ہم صرف سائنس اور علمی ترقی کے تجربوں سے استفادہ کرنے جاتے ہیں اور اس بات کا خیال رکھنے کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کوشش کرتے ہیں کہ غلطیوں میں نہ پڑیں۔

✿ آپ کا بہت شکریہ، آپ نے مجھے ہماری سوسائٹی کی بعض اجتماعی خامیوں سے آگاہ کیا اور اس حقیقت کا پتا بھی دیا کہ آپ لوگ اس سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں اس بات کا شکریہ بھی ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے اسلام کی اصولی آرا سے متعلق ایسی معلومات دیں کہ میرا سابق نظریہ بدل گیا۔ میں یہ سمجھتا تھا کہ اسلام اور اسلامی تمدن، نیز مسلم ملکوں کی تہذیبی مشکلات کے بارے میں، میں سب سے زیادہ جانتا ہوں ۔لیکن اب مجھے اندازہ ہوا کہ میں بہت سی چیزوں سے ناواقف ہوں۔

حواشی

۱- مغربی دُنیا میں گرجا کی سرپرستی میں عصمت فروشی کے واقعات، تاریخ کا ہر پڑھا لکھا شخص جانتا ہے۔ اس مناسبت سے علّامہ محمد اقبال کا شعر کتنا موزوں ہے:

حاضر ہیں کلیسا میں کباب و مئے گُلگُوں
مسجد میں دھرا کیا ہے بجز مَوعظہ و پند

یہ ایک عجیب وغریب حقیقت ہے کہ اسلام کے سوادِ دنیا کے تمام قدیم عبادت خانوں کے زیرِسایہ عصمت فروشی اور حرام کاری کا دھندہ جاری رہا۔ جب دنیا نے ذرا ترقی کر لی تو یہ کام ذرا چھپ کر ہونے لگے۔ کبھی یہ حرام کاری کا جشن، معبود وتموز یا او ڈیون کے معبودہ عشتروٹ سے اتصال کے وقت جب زمین پر بہار آئی تھی تو منایا جاتا، یا مصر کے معبود آبیس (جو بچھڑا تھا) کے سامنے دین کا جزو سمجھ کر باہمی جنسی اتصال کیا جاتا تھا۔ اس حرام کاری کو گناہ نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ ایک مقدس ومحبوب فریضہ سمجھ کر اس کو ادا کیا جاتا تھا۔ پروفیسر فلپ کے ہٹی [م: دسمبر ۱۹۷۸ء] کے بیان کے مطابق یہ قدیم قوموں میں سے بابل، قبرص، یونان، سسلی، کارتھیج وغیرہ میں عام تھا۔ گستاؤلی بان [م: دسمبر ۱۹۳۱ء] اپنی کتاب 'آشور و بابل کا تمدن' میں اس رسم کے سلسلے میں عظیم یونانی مؤرخ ہیروڈٹ کے حوالے سے رقم طراز ہیں: ''بابلی عورت پر ایک عجیب وغریب شرمناک چیز واجب تھی اور وہ یہ کہ زندگی میں ایک بار وینس (زہرہ) کے مندر میں جا کر اپنا جسم کسی بھی اجنبی مرد کے حوالے کر دے اور اکثر ایسی لڑکیاں جو سمجھ دار اور حیادار ہوتی تھیں اس عادت سے ان کو نفرت ہوتی تھی، تو وہ معبد تک زبردستی کر کے سواری میں بٹھا کر لے جائی جاتی تھیں اور معبد کے مقدس احاطے میں ان کو بٹھایا جاتا تھا اور جو شخص بھی ان کی جھولی میں کچھ رقم ڈال دے، ان کو اس کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

[illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

[illegible]

[illegible] (Confession) [illegible]

[illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور چھوٹی غلطیوں کے سلسلے میں 'اعتراف' ایک مفید چیز ہے۔ مجمع لاٹران نے ۱۲۱۵ء کے قانون میں کہا ہے کہ: ''جو لوگ بھی بڑے گناہوں کے خطاکار ہیں، ان پر سال میں ایک بار اعتراف واجب ہے اور مرنے والے شخص پر بھی، یا وہ جو کسی ایسے کام پر جارہا ہو جس میں مر جانے کا امکان ہو۔ کاہن کسی صورت میں بھی اعتراف کرنے والے کے راز کو فاش نہیں کرسکتا، اگرچہ عدالت بھی اس سے پوچھے اور اگر اس نے ایسا کیا تو گرجا اس کو سخت تادیبی سزا دے گا''۔ یہی اعتراف مغفرت کے پروانوں کا سبب بنا اور 'پوپ' پیسے لے کر جنت کے ٹکٹ تقسیم کرنے لگے۔ اس تحریک کے تاریخی اُتار چڑھاؤ سے مسیحیت کو نقصان پہنچا اور یورپ کی وحدت جس طرح ختم ہوئی اس سے سب ہی واقف ہیں۔ اس اعتراف کے سلسلے میں پادریوں کے حوالے سے عقیدہ ہے کہ وہ علمِ غیب اور پردے کی چیزیں بھی جاننے کی طاقت رکھتے ہیں۔ اس ضمن میں خبر ملاحظہ ہو: ''پادری صاحب نے گرجا میں جماعت کو مخاطب کرکے کہا کہ ہمارے اس مجمعے میں ایک شخص ایسا موجود ہے جو دوسرے کی بیوی سے چھیڑ چھاڑ رکھتا ہے۔ اسے چاہیے کہ گرجا کے امدادی بکس میں فوراً پانچ ڈالر کی رقم ڈال دے، ورنہ اس کا نام میں اسپیکر پر سے پکار دوں گا۔ کچھ دیر بعد جب وہ بکس کھولا گیا تو کُل ۲۰ کلیساؤں کے مجمعے سے ۱۹ کی طرف سے ۵،۵ ڈالر کے نوٹ نکلے اور ایک طرف سے دو ڈالر کا نوٹ مع اس پرچی کے ساتھ نکلا کہ بقیہ ۳ ڈالر پہلی کو تنخواہ ملنے پر'' (صدق جدید، ۱۲ نومبر ۱۹۶۵ء، مدیر: مولانا عبدالماجد دریابادی)۔ یعنی گرجا کے پجاریوں میں سو فی صدی ضمیر فروش اور بد باطن ثابت ہوئے اور گناہ سے اس لیے نہیں بچتے کہ وہ گناہ ہے، بلکہ پادری کے خوف سے اس کا اقرار کرتے ہیں اور صرف پانچ ڈالر ادا کرنے کے بعد ان کے گناہ سے چشم پوشی بھی ہو جاتی ہے اور گویا اس کی اجازت بھی۔

اس کے برخلاف اسلام نے صرف خدا سے توبہ و استغفار کا مطالبہ کیا اور کسی بھی انسان کے سامنے اعتراف گناہ وغیرہ کا ناقص و مضر عقیدہ نہیں رکھا اور نہ اس سے گناہ معاف ہوں گے۔ گناہ کا کفارہ صرف اچھے اعمال اور اللہ سے توبہ ہے۔ جو شخص بھی بلا کسی وسیلے کے اللہ ہی کی جناب سے تائب ہو گا اور دل کی تڑپ کے ساتھ اللہ ہی سے مانگے، اس کے لیے توبہ کا دَر کھلا ہے اور اس کی تعلیم انسانوں کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر اس طرح دعا کی: ''اگر میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں تو میں قریب ہوں۔ پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہوں جب وہ پکارے، تو مجھ سے ہی مانگو اور مجھ ہی پر ایمان لاؤ'' (البقرہ ۲:۱۸۵)۔ اس بات کا یقین کہ خدا شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں اور سننے والے، معاف کرنے والے، قدرت والے ہیں، ہر قسم کے باطل عقیدوں، اعتراف و اقرار کے افسانوں اور مغفرت کے پروانوں سے مسلمان کو محفوظ رکھتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہندستان میں فسطائیت کی لہر

ڈاکٹر محمد محب الحق°

جھوٹ، مکروفریب اور نفرت وعداوت پر مبنی جارحانہ اکثریتی قوم پرستی کی آڑ میں سیاسی اقتدار پر قابض ہونے والے نظریے کو 'فسطائیت' (Fascism) کہتے ہیں۔ تاریخی حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کر کے ایک خاص قسم کا تاریخی وتہذیبی شعور پیدا کرنا، مفروضہ اور اندرونی وبیرونی خطرات کے تعلق سے خوف وہراس کی نفسیات پیدا کر کے اکثریت کے جذبات کو برانگیختہ کرنا، اعلیٰ اخلاقی وجمہوری اقدار کے تئیں نفرت وبے گانگی کا اظہار کرنا، اور خصوصی طور پر اقلیتوں کے خلاف شکوک وشبہات پیدا کرنا فسطائی نظریے کی اہم خصوصیات ہیں۔

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ فسطائیت کا مقصد صرف سیاسی اقتدار پر قبضہ کرنا نہیں ہوتا، بلکہ سیاسی طاقت کا استعمال بڑے اہم اغراض ومقاصد کو حاصل کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ دراصل فسطائی طاقتیں سیاسی اقتدار کے ذریعے مملکت اور معاشرت پر پوری طرح قابض ہوکر مملکت کی تمام طاقت (پولیس، فوج، خفیہ ایجنسیاں، مقنّنہ، انتظامیہ، عدلیہ وغیرہ) کا استعمال اندرونی اور بیرونی مفروضہ یا حقیقی دشمنی کے خلاف کرتی ہیں۔ لہٰذا قتلِ عام (genocide)، نسل کشی (brutal war) اور جنگ وجدل (ethnic cleansing) فی الحقیقت فسطائیت کی روح اور بنیاد میں شامل ہیں۔

۲۰ویں صدی میں فسطائیت کی خوف ناک شکل جرمنی (۱۹۳۳ء-۱۹۴۵ء) اور اٹلی (۱۹۲۲ء-۱۹۴۳ء) میں دیکھنے کو ملی، جو بالآخر دوسری جنگِ عظیم (۱۹۳۹ء-۱۹۴۵ء) کا سبب بنی۔ لیکن یہ سمجھنا غلط ہوگا کہ فسطائیت مذکورہ دوممالک ہی میں محدود رہی ہے اور دوسری جنگِ عظیم کے بعد

°اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ سیاسیات، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ

© rasailojaraid.com